

مسئلہ اخلاقی تنزلی کا ہے!

کرس کولنز (Chris Collinns) نیویارک سے الیکشن میں کامیاب سینیٹر ہے۔ امریکہ کی موجودہ اسمبلی کا بھرپور حصہ۔ کرس بنیادی طور پر سیاست کا کھلاڑی نہیں تھا۔ پرائیویٹ کمپنیوں میں کام کرنے والا ایک متحرک شخص۔ جس کمپنی میں بھی کام کرتا، اسکی ساکھ میں اضافہ ہو جاتا اور اسکے ساتھ ساتھ کرس کی جائز دولت میں بھی۔ چھتیس برس مسلسل بھی شعبہ میں کام کرنے کے بعد کولنز نے سیاست میں آنے کا فیصلہ کیا۔ 2012 سے اب تک وہ کانگریس کا تیسرا بارممبر بن چکا ہے۔ مگر اسکی اصل طاقت دولت اور سرمایہ نہیں بلکہ صدر ٹرمپ کے ساتھ انہیٰ قربت کے تعلقات ہیں۔ وہ ان پہلے سیاستدانوں میں تھا جنہوں نے ٹرمپ کو الیکشن لڑنے پر آمادہ کیا اور پھر اسے کامیاب کروانے کیلئے بھرپور محنت کی۔ اسے صدر کا مکمل اعتماد بھی حاصل تھا اور ساتھ ساتھ وہ کانگریس کی کمیٹی برائے انرجی کا بھی چیئرمین تھا۔ یہ کمیٹی کوئی معمولی سطح کی نہیں بلکہ انہیٰ طاقتور قد کا ٹھک کی ہوتی ہے۔ تین دہائیوں سے زیادہ بھی شعبہ میں کام کرنے کے بعد جب کرس، سیاست کے مشکل میدان میں آیا تو ایک باوٹیک کمپنی اینیٹ Innate کا بھرپور شیر ہو لڈ رہا۔ آسٹریلیا کی اس کمپنی کے ساتھ فیصد سے زیادہ حصہ کرس کی ملکیت تھے۔ دولت، عزت، شہرت اور تابناک مستقبل کرس کے قدموں میں تھا۔ مگر اگست 2018 کے بعد ایسا کچھ بھی نہیں تھا۔

پچھلے سال آٹھ اگست کو اسے نیویارک سے گرفتار کر لیا گیا۔ جب عدالت میں پیش کیا گیا، تو کرس نے کہا کہ نہ تو اس نے رشوت لی ہے۔ نہ کسی کی جائیداد پر قبضہ کیا ہے۔ نہ ہی کسی کو ناجائز نوکری دی ہے، لہذا اسکی گرفتاری بلا جواز ہے۔ ویسے پوری دنیا میں جب بھی کسی سیاستدان کو عدالت میں پیش کیا جاتا ہے، تو وہ بھی کہتا ہے کہ بے قصور ہے۔ اسکے وکیل نے عدالت کو بار بار بتانے کی کوشش کی کہ کرس نے تو کوئی جرم نہیں کیا۔ جواب میں جوف برنن (Geoff Bernan) جو کہ پراسیکوشن کا عبوری وکیل تھا، نے ایک تاریخی جملہ کہا۔ یہ سونے میں تو لنے والا فقرہ تھا۔ ”کرس نے اپنا ذاتی مفاد، عام لوگوں کے فائدہ سے برتر کھا اور یہ بہت سُکھن جرم ہے۔“ یہ فقرہ امریکی نظام کوحد رجہ تو انا کرتا ہے۔ ہمارے جیسے ظالم سماج کیلئے موجودہ حالات میں ایک بھرپور سبق بھی ہو سکتا ہے۔ ویسے ہمارے لیے تو کوئی بھی واقعہ سبق نہیں۔ سیکھنے کیلئے تو ظرف اور کوئی شرم ہونی چاہیے۔ مگر بدقتی سے برصغیر کا مقتدر طبقہ ڈھانی ہزار سال سے ان خوبیوں سے محروم ہے۔ ماضی میں بھی اور موجودہ حالات میں بھی۔

کرس کا جرم کیا تھا۔ معاملہ یوں ہوا کہ کرس ایک سرکاری کام سے واشنگٹن گیا ہوا تھا۔ وائٹ ہاؤس میں تقریب میں حصہ لینا تھا۔ ٹرمپ کے ساتھ باتیں کرتے کرتے اسے ایک ای میل موصول ہوئی کہ اینیٹ کمپنی نے جوفی تحریبات کیے تھے، وہ ناکام ہو گئے ہیں۔ یہ کمپنی کی مالیاتی ساکھ کیلئے حد رجہ خطرناک بات ہے۔ ای میل، اینیٹ کمپنی کے ایک اعلیٰ عہدیدار کی طرف سے دی گئی تھی۔ کرس کو مطلع کرنے کی وجہ بھی جائز تھی۔ کمپنی کے اکثری حصص کا مالک وہ خود تھا۔ جیسے ہی یہ اطلاع ملی، کرس میٹنگ سے باہر آیا۔ اپنے بیٹی کیمرون کو خبر دی کہ تحریباتی ناکامی کی بدولت، کمپنی کو از حد نقصان ہونے والا ہے۔ لہذا فوراً ستاک مارکیٹ میں اپنے حصہ فروخت

کر دے۔ کیمرون نے اس اطلاع پر سٹاک بروکر کو ذاتی حصص فروخت کرنے کا حکم دیدیا۔ تمام حصص اس دن کے نرخوں کے مطابق فروخت کر دیے گئے۔ اگلے دن، جب وہ خبر جو صرف اور صرف کرس اور اسکے بیٹے کے پاس تھی، مارکیٹ میں گئی تو اینیٹ کمپنی کے حصص بری طرح متاثر ہوئے۔ انکی مجموعی قیمت حد درجہ گر گئی۔ مگر کولنز، اس کا بیٹا کیمرون نقchan سے نچ گئے۔ مجموعی طور پر سات لاکھ، اسی ہزار ڈالر کے مجموعی نقchan سے بچت ہو گئی۔ یاد رہے کہ کرس کے خاندان کو فائدہ بالکل نہیں ہوا۔ اسکو صرف اور صرف بروقت خبر ملنے سے نقchan نہ اٹھانا پڑا۔ آپ کو علم ہے کہ کرس نے کیا جرم کیا۔ عدالت میں کیا الزام لگایا گیا۔ ”کرس نے بطور سیاستدان، عوام کو بروقت مطلع نہیں کیا کہ اینیٹ کمپنی کے حصص گرجا نہیں اور لوگوں کا نقchan ہونے دیا۔ اس نے اپنے خاندان کو مالیاتی نقchan سے محفوظ کر لیا۔“ عدالت میں استغاثہ کے وکیل نے بر ملا کہا کہ ”کرس نے ذاتی مفاد کو ہر طریقے سے عوامی مفاد سے اعلیٰ رکھا، لہذا اس نے امریکی عوام، نظام عدل اور لوگوں کے اعتماد کو دھوکہ دیا ہے۔ اسے یہ معلومات عوام تک پہلے پہنچانی چاہیے تھیں۔“ Inside Trading کے ساتھ کرس نے اپنے عہدہ، حلف اور ضابطہ کی بھرپور توہین کی ہے۔ عدالت نے کرس کو اس جرم میں جیل بھیج دیا۔ بہترین وکلاء بھی اپنے ملزم کی کوئی مدد نہ کر سکے۔ اس کا تابناک سیاسی مستقبل برباد ہو گیا۔ ضمانت پر رہا ہونے کے بعد، جب وہ ایوان میں پہنچا تو سپیکر نے رولنگ دی، کہ کرس نے عوامی اعتماد کو دھوکہ دیا ہے۔ لہذا اسے کمیٹی برائے توانائی سے بر طرف کیا جاتا ہے۔ کمیٹی برائے اخلاقی اقدار Ethics Committee نے بر ملا کہا کہ کرس نے بھی انکے جرم کیا ہے۔ لہذا اسے مستقبل میں کسی بھی کمیٹی کا ممبر نہ بنا�ا جائے۔ اگر عدالت کا حکم اسکے حق میں آبھی جائے، تب بھی اسے کسی کمیٹی کا ممبر نہیں بننے دیا جائیگا۔ اخلاقی اقدار سیاست کا سب سے سنہری اصول ہے اور کرس نے اس اصول کی خلاف ورزی کی ہے۔ نیویارک کا ذہین سیاستدان آج خاک چاٹ رہا ہے۔ امریکی صدر جو آج بھی دنیا کا طاقتور ترین انسان ہے، اسے جرات نہ ہو پائی کہ کرس کے حق میں معمولی سایبان بھی دے ڈالے۔ وائٹ ہاؤس کے صدارتی ترجمان نے کسی سطح پر بھی کرس کی حمایت نہیں کی۔ بلکہ ایک تہذیب یافتہ خاموشی روکھی۔

اس واقعہ کے تناظر میں ملکی سیاست کو دیکھیے۔ ایک لمحہ میں اندازہ ہو جائیگا، کہ ہماری سیاست اور طرزِ حکومت میں کسی قسم کا کوئی اعلیٰ اخلاقی اصول کا فرمانہیں ہے۔ تیس سال کی سیاست میں نواز شریف صاحب اور ان کا خاندان، زرداری صاحب اور انکی آل اولاد، سب سے نمایاں حیثیت کے مالک ہیں۔ یہ خاندان کس طرح کام کرتے رہے۔ کس طرح دولت کی ریل پیل ہوئی، کس طرح پاکستان نہیں، دنیا کے امیر ترین لوگوں کی فہرست میں شامل ہو گئے۔ یہ سب انہوں نیاں ہماری آنکھوں کے سامنے برپا ہوئی ہیں۔ تلخ بات نہیں لکھنا چاہتا۔ ان لوگوں کی ترقی کی بدولت اگر ملک امیر ہو جاتا تو بخدا یہ گھاٹے کا سودا نہیں تھا۔ مگر انکی بے پناہ دولت کی وجہ سے ملک کے نہاوے فیصلوں، مفلسوں کی تاریکی میں گم ہو گئے۔ جیسے جیسے انکے ذاتی خزانے بھرتے چلے گئے، عوام کے چہروں پر رونق ختم ہوتی گئی۔ عوامی حقوق پر ملاں بڑھتا گیا۔ ان دونوں خاندانوں نے عملی طور پر ریاستی طاقت کا سہارا لیکر حد درجہ ترقی کی۔ آج اگر کوئی ادارہ صرف ان سے یا انکے حواریوں سے یہ پوچھنے کی جرات کرے، کہ جناب یہ دولت کہاں سے آئی ہے تو کہرا مچا دیا جاتا ہے۔ پورے جمہوری نظام کی تباہی کی نوید سنائی جاتی ہے۔ نواز شریف کی بطور وزیر اعظم نا اعلیٰ سے معاملات کو پر کیتے۔ انہیں صفائی کا بھرپور موقع دینے کے

بعد عدالت عظیمی نے اپنے عہدے سے ہٹا دیا۔ جرم کیا تھا کہ وہ اخلاقی اقدار کے حوالے سے اس عہدہ کے قابل نہیں ہیں۔ آج بھی وہ عدالت سے بے زایافت ہیں۔ مگر انکی سیاسی جماعت، انکا دفاع اس طرح کرنے کی کوشش کر رہی ہے، جیسے انکے ساتھ حد درجہ زیادتی ہوئی ہے۔ پلک میں یہ لوگ ہر طرح سے آل شریف کو معصوم ثابت کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ مگر جب بھی محفلوں میں بات کی جائے تو بر ملا کہتے ہیں کہ انکے قائدین نے حد درجہ مالیاتی بے ضابطگی کی ہے۔ رشوٹ کو مکال عروج دیا ہے۔ موجودہ حکومت کا جرم صرف ایک ہے۔ انکی جرات کیسے ہوئی کہ پاکستان کے مضبوط ترین لوگوں کا واجبی ساختساب کرنے کی کوشش کریں۔ زرداری صاحب کے بیانات دیکھیے۔ پچھے جانتا ہے کہ وہ تمیں برس سے کیا گل کھلارہ ہے ہیں۔ انہوں نے ملک کی سب سے طاقتور سیاسی جماعت کو بر باد کر کے صرف اور صرف اپنے حواریوں کو یہم اقتدار میں رہنے دیا۔ اربوں روپوں کی بے ضابطگی کے بعد بھی وہ کہتے ہیں کہ انکے خلاف انتقامی کارروائی ہو رہی ہے۔ یہ نہیں بتاتے کہ جعلی اکاؤنٹوں میں اتنی بھاری رقم کیسے آئی۔ کہاں گئی۔ مگر قیامت کا شور ہے کہ ہمارے ساتھ ظلم ہو رہا ہے۔ صاحبانِ ظلم تو ان خاندانوں نے ملک کے ساتھ کیا ہے۔

اسی تناظر میں دیکھیے تو محترم شہباز شریف اپنا روایتی بیان ہر جگہ دھراتے ہیں کہ ان پر کرپشن کا کوئی الزام ثابت ہو جائے تو وہ سیاست چھوڑ دینے۔ انہیں معلوم ہے کہ اس ملک میں وائٹ کالر جرام کو ثابت کرنا حد درجہ مشکل نہیں بلکہ ناممکن ہے۔ یہاں ریکارڈ کو غائب کرنے سے لیکر دھونس تک، آپ ہر ایک ادارہ کو دباؤ میں لانے کی کامیاب کوشش کر سکتے ہیں۔ ہمارا عدالتی نظام اس درجہ ادنی ہے کہ اس میں ہر چیز ممکن ہے مگر انصاف ہونا ہرگز ہرگز ممکن نہیں ہے۔ عجیب بات ہے کہ دونوں پہلے سندھ کے سپیکر کی گرفتاری پر انکے گھر کی تلاشی پر کہرا م مچا ہوا ہے۔ مگر پیپلز پارٹی کا ایک بھی رکن یہ نہیں کہہ رہا کہ انہوں نے دس سال کس طرح معاملات کو چلا�ا ہے۔ امریکہ میں کرس تو صرف اپنے بیٹے کو نقصان سے بچانے کے جرم میں تمام عمر سیاست سے باہر کر دیا جاتا ہے۔ مگر ہمارے ہاں کوئی بھی مقتندر شخص کسی بھی طرح اپنے آپ کو مجرم تو کیا، ملزم تک نہیں سمجھتا۔ یہاں مسئلہ اخلاقی تنزلی کا ہے۔ کاش ہمارے ایوانوں میں بھی ایک طاقتوں Ethics Committee ہو جو کہہ سکے کہ جناب آپ پر جوانزاں اسے کیا کہہ سکتے۔ مگر یہ سب کچھ خواب ہے۔ صرف خواب۔

راو منظر حیات